تعارف وتبصرہ

ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی*

Hussein's Martyrdom in Historical Perspective

(واقعہ کربلا اور اس کا تاریخی پس منظر)

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ کا نام علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ علوم اسلامیہ پر گہری نگاہ کے ساتھ ہی ان کا امتیاز ہے کہ انہوں نے عصری تحقیقات وعلوم سے بھی خاصا استفادہ کیا ہے۔ وہ مدت دراز سے لندن میں مقیم ہیں، اس طرح مشرق ومغرب دونوں سے ان کی واقفیت راست اور مشاہدکی ہے۔ ان کی متعدد کتابیں اور مقالات کے مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں اور ان کے وسیع مطالعہ، دقیق مشاہدہ اور وسعت نظری اور حقیقت پسندی کے شاہد عدل ہیں۔ ''واقعہ کربلا اور اس کا تاریخی پس منظر'' مؤلفہ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی اردو کے تحقیقی وفکری لٹریچر میں ایک گراں قدر اضافہ تھی اور اس کی اشاعت نے علمی حلقوں میں ایک تموج پیدا کر دیا تھا۔ اس کی تنقید اور تائید میں متعدد مضامین لکھے گئے تھے۔ اب یہی کتاب انگریزی میں Hussein's Martyrdom in Historical Perspective کے نام سے شایع کی گئی ہے۔

یہ کتاب تاریخ اسلام کے ایک حساس ترین مسئلہ سے بحث کرتی ہے جس نے صدر اسلام میں ہی امت میں متعدد سیاسی، کلامی، عقائدی مباحث واختلافات کو جنم دیا جو بالآخر اس میں سنی وشیعہ جیسے مستقل مکاتب فکر کے قیام پر منتج ہوئے۔ عام اسلامی تاریخ میں واقعہ کربلا اور اس کے مابعد رونما ہونے والے حادثات والمیوں کی ساری ذمہ داری یک طرفہ طور پر بنوامیہ کے سر ڈال دی جاتی ہے اور اعتراضات ونقد اور لعنت وملامت کا ہدف صرف یزید بن معاویہؒ ہی کو نہیں بنایا جاتا بلکہ اس کی زد میں حضرت امیر معاویہؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ سے لے کر حضرت عثمان غنیؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی آتے ہیں جو ذوالنورین بھی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہیں۔ تشیع کے اثرات اسلام کی تاریخ میں اتنے بڑے پیمانے پر پڑے ہیں اور اردو لٹریچر خاص طور پر ان سے اتنا متاثر ہے کہ آج تک الاسلام یھدم ما کان قبلہ کے واضح ارشاد نبوی کے باوجود اردو مصنفین میں حضرت ہندؓ کو جگر خوار حمزہؓ، حضرت ابوسفیانؓ کو 'طلقاء' جیسے مذموم القاب سے یاد کرنا ایک عام بات ہے۔

---

* فاؤنڈیشن فار اسلامک اسٹڈیز C-303/3 شاہین باغ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔ ghitreef1@yahoo.com

حقیقت یہ ہے کہ واقعہ کربلا اور خلافت کے بتدریج ملوکیت میں تبدیل ہونے کے پورے پراسس میں اس کے حقیقی پس منظر، قتل عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پوری طرح فراموش کر دیا جاتا ہے۔ امت میں فتنوں کی شروعات کربلا نہیں بلکہ قتل عثمانؓ تھا۔ اردو کے اکثر مصنفین اس حقیقت کو نظر انداز کر کے مشہور عام لیکن بے سروپا روایات اور مبالغہ آمیز باتوں بلکہ سنی سنائی خرافات تک پر یقین کر کے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں۔ ''خلافت وملوکیت'' جیسی تاریخ سازی نے جلیل القدر صحابہؓ کے خلاف اس پروپیگنڈے کو مزید دوآتشہ کر دیا۔ ''واقعہ کربلا اور اس کا تاریخی پس منظر'' اسی موضوع پر لکھی گئی ایک منفرد تحریر تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ واقعات وروایات کے انبار سے واقعہ کی صحیح اور حقیقی تصویر سامنے لائی جائے۔

مشاجرات صحابہ کے نازک موضوع پر اسلامی تاریخ میں کئی تحقیقی کتابیں موجود ہیں۔ بطور خاص عربی میں متعدد تحقیقات پائی جاتی ہیں جن میں قاضی ابن العربیؒ نے العواصم من القواصم میں حضرت عثمانؓ پر لگائے گئے سارے الزامات کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے ہیں۔ اسی طرح امام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں واقعات کی تحقیق کی اور صحیح اور معتدل رویہ اختیار کیا۔ تاہم ماضی قریب میں بعض اہل علم نے متقدم محققین کی ان گراں قدر کاوشوں کو ''وکالت صفائی'' کے خانے میں ڈالنے اور اپنی ہی تحقیق کو حرف آخر قرار دینے کی بھرپور کوشش کی۔ اس تحقیق کی رو سے خلافت کو ملوکیت میں بدلنے کے اس ناروا عمل میں بعض جلیل القدر صحابیؓ بھی شامل تھے اور اپنے ذاتی اغراض ومقاصد پورے کر رہے تھے۔ ''خلافت وملوکیت'' کا ردعمل بھی ہوا اور اس موضوع پر موافقت ومخالفت میں کافی کچھ لکھا گیا۔ چنانچہ محمود احمد عباسی صاحب نے اس سلسلہ میں ایک سیریز لکھی اور بالکل برعکس موقف اختیار کیا جس میں وہ جادۂ اعتدال سے ہٹ گئے اور یزید کو خلیفہ راشد قرار دے ڈالا۔ ظاہر ہے کہ یہ نری انتہا پسندی ہے۔ یہ قابل ذکر ہے کہ زیر تبصرہ کتاب کسی ردعمل میں نہیں لکھی گئی، اس لیے وہ صحیح اور مسلک معتدل کی مؤثر ترجمانی کرتی ہے۔ یہ پہلو بھی خوش آیند ہے کہ اب اس سلسلے میں نقد ونظر کا سلسلہ اردو میں بھی شروع ہو چکا ہے اور زیر نظر کتاب کے علاوہ علامہ شبیر احمد ازہر میرٹھی نے بھی اس موضوع پر تحقیقی کتاب لکھی ہے جو ابھی منظر عام پر نہیں آسکی۔ اس کے علاوہ پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی کے متعدد تحقیقی مقالات اس موضوع پر سامنے آچکے ہیں۔

مولانا سنبھلی کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ سے حضرات حسنینؓ کے تعلقات نہایت خوش گوار اور مشفقانہ رہے۔ دوسری طرف یزید میں نہ صرف یہ کہ انتظامی صلاحیتیں تھیں بلکہ دینی واخلاقی لحاظ سے بھی اس کی تصویر وہ نہیں تھی جو غیر تحقیقی روایات پیش کرتی ہیں، حتیٰ کہ اس کی خلافت کے مخالفین کے اختلاف کی وجہ بھی وہ نہیں تھی جو عام طور پر ظاہر کی جاتی ہے۔ ان کے اختلاف کی بنا تو یہ تھی کہ ان کے خیال میں یزید کو موروثی طور پر خلافت دی گئی تھی جس کی اسلام میں گنجائش نہیں۔ تیسری طرف حضرت امیر معاویہؓ کا خیال یہ تھا کہ خلافت کے مسئلہ میں امت میں بہت تلوار چل چکی، اس لیے مناسب یہ ہے اور امت کا مفاد بھی اس میں ہے کہ اس کا انتظام اپنی زندگی ہی میں کر دیا جائے۔ ابن خلدونؒ کا خیال یہ ہے کہ اس کے ساتھ ہی شفقت پدری کے فطری جذبہ کا دخل بھی اس میں رہا ہوگا۔ محققین کا خیال یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے اس فیصلہ کو کسی بدنیتی پر محمول کرنا بالکل غلط ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے ان کی اجتہادی غلطی کہا جا سکتا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب کوفیوں کے بلانے پر مکہ سے خروج کا ارادہ کیا تو متعدد کبار صحابہؓ نے ان کو اس فیصلہ پر نظر ثانی کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ان حضرات میں امام حسینؓ کے اپنے بھائی محمد بن الحنفیہ ،عبداللہ بن مطیع،عبداللہ بن عمرؓ،عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ،ابوبکر ابن عبدالرحمٰن،حضرت ابوسعید الخدریؓ، جابر بن عبداللہؓ، مسور ابن مخرمہؓ، واسلہ بن واقد اللیثیؓ وغیرہم شامل تھے۔ان لوگوں کے جو الفاظ روایات میں آتے ہیں،ان کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ محض شفقت کے باعث وہ آپ کو اس فیصلہ سے روک رہے تھے بلکہ اصولی طور پر وہ یہ سمجھتے تھے کہ خلیفہ وقت کے خلاف خروج صحیح نہیں کہ عملاً اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ساتھ ہی یہ حقیقت بھی سامنے رہے کہ خود حضرت حسینؓ نے اس وقت اپنا ارادہ تبدیل کر کے واپسی کا قصد کر لیا جب انہیں کوفہ میں مسلم بن عقیلؓ کے مشن کے فیل ہو جانے اور ان کی شہادت کی خبر ملی۔تاہم مسلم بن عقیل کے بھائیوں اور بیٹوں نے باپ کے خون ناحق کا بدلہ لیے بغیر واپس لوٹنے سے انکار کر دیا۔اس کے بعد جب قافلہ حسین میدان کربلا پہنچ گیا تو کوفی لشکر کے سربراہ عمر بن سعد کی مصالحتی کوششوں کے بعد خود سیدنا حسینؓ نے کوفی لشکر کے سامنے یہ پیشکش کی کہ آپ کو تین میں میں کسی ایک چیز کی اجازت دی جائے:

۱۔ یا تو آپ کو واپس جانے کی اجازت دے دی جائے،

۲۔ یا دمشق امیر المومنین کے پاس جانے دیا جائے اور

۳۔ یا سرحدوں پر جہاد کے لیے جانے دیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ تینوں شرطیں نہایت مناسب اور معقول تھیں، تاہم شقی القلب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے دست راست شقی شمر بن الجوشن اور حسین بن نمیر نے ان شریفانہ ومعقول شرطوں کو ماننے سے انکار کر دیا اور نتیجہ میں اپنے بدبخت ہاتھوں کو نواسہ رسولؐ کے پاک خون سے رنگ لیا۔مصنف نے مختصر طور پر اس پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ یزید نے خواتین اہل بیت کے ساتھ کریمانہ برتاؤ کیا،عبیداللہ بن زیاد کو لعن طعن کی،مگر اس کو کوئی سزا نہیں دی۔اپنے تجزیہ میں انہوں نے جذبات عقیدت کے بجائے حقیقت پسندی سے کام لیا ہے، تاہم مبصر کے نزدیک اس سلسلے میں یزید کو کلیتاً بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی ایک صاحب اسلوب، ریسرچ وتحقیق کے شناور اور منطقی وسائنٹیفک طرز استدلال سے بہرہ ور مصنف ہیں۔انہوں نے ہر قدم نہایت احتیاط سے رکھا ہے اور متعلقہ تاریخی مواد کے تحلیل وتجزیہ اور گہرے مطالعہ ومحاکمہ کے بعد وہی رائے اختیار کی جو راجح،اقرب الی الصواب اور افراط وتفریط سے دور لگی۔انہوں نے محمود احمد عباسی صاحب کی طرح خام تاریخی مواد سے کھٹا کھٹ نتائج نہیں نکالے ہیں۔

کتاب کے انگریزی ترجمہ کی تصحیح اور مناسب ایڈیٹنگ جناب ضیاء الحق صاحب نے انجام دی ہے، جو انگریزی زبان کے ماہر ہیں ان کا نام اور کام کسی بھی ترجمہ کی صحت کی ضمانت دیتا ہے۔۲۱۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اچھے گٹ اپ میں شایع کی گئی ہے امید ہے کہ باذوق حلقہ میں اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔

قیمت:200 روپے۔ناشر: الفرقان بک ڈپو 114/31 نظیر آباد لکھنؤ یوپی۔